قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دین کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر

کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینجر ہو

ایڈیٹر:- غلام نبی — اسسٹنٹ:- مہر محمد خان

فہرست مضامین

نمبر ۴۹ | مورخہ ۳ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء | دو شنبہ | مطابق ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۹ھ | جلد ۸

مختصر روئداد جلسہ سالانہ سنہ ۱۹۲۰ء

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ ہمارا سالانہ جلسہ سنہ ۱۹۲۰ء بخیر و خوبی ختم ہوا۔ الحمد للہ۔

قبل اسکے کہ ہم مفصل کارروائی شائع کریں۔ فی الحال مختصراً کارروائی درج کرتے ہیں۔ آیندہ پرچے سے مفصل روئداد درج کی جائیگی انشاء اللہ۔ اگرچہ جلسہ کی کارروائی باقاعدہ طور پر ۲۶ دسمبر کو شروع ہونی تھی لیکن چونکہ ۲۴ تاریخ جمعہ تھا۔ اسلئے بہت سے احباب نماز جمعہ میں شامل ہونے کے لئے اسی دن پہنچ گئے۔ اور نماز مسجد اقصیٰ کی بجائے مسجد نور میں ہوئی۔ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے سورہ کوثر پڑھکر فرمایا جسمیں بتایا کہ ہر ایک چیز اور ہر ایک طاقت زوال کی طرف جاری ہوتی ہے۔ سوائے اسکے جس کا ایسا ذخیرہ ہو کہ جو کبھی ختم نہ ہونیوالا ہو۔ اور ایسی طاقت اسلام ہی میں ہے کہ ایسا ذخیرہ خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کے ذریعہ دیا ہے کہ جو کبھی ختم ہونیوالا نہیں۔ ہاں اسمیں مسلمانوں کی اپنی غفلت سے روک پڑ سکتی ہے۔ اور اس زمانہ میں ایسا ہی ہوا ہے۔ مگر اس کے دور کرنے کا طریق بھی خدا نے بتا دیا ہے کہ فصل لربک وانحر کہ اپنے جسموں کو خدا کے لئے لگا دو۔ نمازیں پڑھو۔ دعائیں کرو اور دوم اپنے اموال کو لگا دو۔ اسوقت ہمیں ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

۲۶ تاریخ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے حسب معمول مسجد اقصیٰ میں درس قرآن کریم دیا اور ۲۶ تاریخ جلسہ کی کارروائی حسب پروگرام مسجد نور میں شروع ہوئی۔ پہلے اجلاس کے صدر جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آبادی تھے۔ تلاوت جو حافظ جمال احمد صاحب نے کی اور نظم جو ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم نے پنجابی کی پڑھی کے بعد جناب مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے ناظر تالیف و اشاعت نے اپنی تقریر "اسلام کا طریق عبادت بمقابلہ دیگر مذاہب" بیان فرمائی جو ساڑھے ۹ بجے شروع ہو کر ۱۱ بجے ختم ہوئی۔ جناب مولوی صاحب کو سالانہ جلسہ پر تقریر کرنے کا پہلا ہی موقع تھا۔ لیکن آپ نے اس خوبی سے اپنے مضمون کو بیان فرمایا کہ جب وقت ختم ہونے پر آپ بیٹھنے لگے۔ تو سامعین نے باصرار درخواست کی کہ مولوی صاحب کا وقت بڑھا دیا جائے تاکہ پورا مضمون بیان کر دیں۔ مولوی رحیم بخش صاحب کے بعد جناب حکیم خلیل احمد صاحب کی پُرجوش تقریر بعنوان "احسانات مسیح موعود" شروع ہوئی۔ جس نے دلوں کو گرما دیا۔ اسکے ختم ہونے پر جلسہ نماز ظہر و عصر کے لئے برخاست ہوا۔ نماز ظہر و عصر حضرت اقدس نے جمع کر کے پڑھائی۔ اور دوسرا اجلاس آنریری کپتان غلام محمد خان صاحب ساکن دودھیال کی صدارت میں شروع ہوا۔ دو نظمیں ایک حکیم احمد حسین صاحب لائلپوری نے اور دوسری بابا فضل کریم صاحب نے پڑھی۔ اور جناب حافظ روشن علی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی صداقت پر نام نہم اور بیانہ والی تقریر فرمائی جو شام کے پانچ بجے ختم ہوئی۔ اسی دن رات کو جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے زیر صدارت مسٹر محمد احمد سوداگر چرم صاحب تعلیم الاسلام کی بابت مولوی

کے ہال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی پر بزبان انگریزی تقریر فرمائی۔

دوسرے دن ۲۷ دسمبر ۱۹۲۰ء کو پہلا اجلاس زیر صدارت چودھری نصر اللہ خان صاحب وکیل سیالکوٹ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم جناب سید بشارت احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ حیدرآباد دکن نے کی اور نظم ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم نے پڑھی۔ اسکے بعد "اسلام اور دیگر مذاہب" کے عنوان سے شیخ عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل و تعلیم یافتہ مصر و ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان (سابق لالہ شنکر داس) نے تقریر فرمائی۔ جسمیں مختلف مذاہب کی تعلیموں کو بیان کر کے ان کا نامکمل ناقص اور ناقابل عمل ہونا نہایت خوبی اور عمدگی سے ثابت کیا۔ ان کے بعد جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان سے تقریر کی۔ جو بے حد پسند کی گئی۔ لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے پورا مضمون بیان نہ ہو سکا جس کا سامعین کو بہت افسوس رہا۔ چونکہ نماز کا وقت ہو گیا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی تشریف لے آئے تھے۔ اسلئے جناب میر صاحب کو تقریر بند کرنا پڑی۔ اور لوگوں نے جلد نماز کے لئے تیاری کی۔ نماز ظہر و عصر دونوں حضرت اقدس کی اقتدا میں ادا کی گئیں۔

آج کے دن کے دوسرے وقت حضرت اقدس کی تقریر ہوئی اسسال سٹیج کو بھی سنین سابق کی نسبت کسی قدر وسیع کیا گیا تھا۔ اور چاروں طرف جنگلا لگایا گیا تھا اور پنڈال بھی پہلے سالوں کی نسبت بڑھایا گیا تھا۔ مگر حضرت اقدس کی تقریر کے وقت تمام پنڈال کھچا کھچ پر تھا۔ لوگوں کے لئے جب اندر جگہ نہ رہی تو بہت سے کھڑے رہنے پر مجبور ہوئے۔ اور بہت سے لڑکے مسجد نور کے مقابل کے برگد کے درخت پر چڑھ گئے۔ لوگوں کو گنجان ہونے کے لئے کہا گیا جس سے کسی قدر لوگ اور اندر آ سکے مگر پھر بھی تمام لوگوں کے لئے اندر جگہ نہ نکل سکی۔

علاوہ ازیں اسسال سوائے مسجد اقصیٰ میں مستورات کے لئے علیحدہ وعظ کا انتظام ہونے کے مردانہ پنڈال میں بھی برعایت پردہ ایک مختصر حصہ قناتیں لگا کر عورتوں کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ جس میں عام عورتیں داخل نہیں ہو سکتی تھیں۔ بلکہ ان مستورات کو جو حضرت اقدس کے علمی مضامین کو سمجھنے کی اہل تھیں۔ باقاعدہ ٹکٹ [illegible]

حضرت اقدس کی تقریر سے قبل صاحبزادہ میرزا ناصر احمد صاحب نے جو حضرت خلیفہ ثانی کے صاحبزادے ہیں۔ تلاوت قرآن کریم میز پر کھڑے ہو کر کی۔ اسکے بعد حضرت خلیفہ ثانی کی نظم "نوح الہدیٰ" نوجوانان سلسلہ کے نام پیغام پڑھکر سنائی گئی۔ ازاں بعد حضور نے کھڑے ہو کر پونے پانچ گھنٹہ تک تقریر کی۔ جو حقائق و معارف اور نصائح و حکم کا دریا تھی۔ اور جسمیں حضور نے سورۃ والناس کی تفسیر بیان فرمائی۔ جو آپ کو بذریعہ روح القدس ایک سجدہ میں پڑے ہوئے تعلیم ہوئی تھی۔

۲۸ دسمبر ۱۹۲۰ء دس بجکر ۱۸ منٹ پر جلسہ کی کارروائی زیر صدارت خانصاحب منشی فرزند علی صاحب ساکن فیروزپور شروع ہوئی پہلے اجلاس میں ناظر تعلیم و تربیت، ناظر امور عامہ، ناظر تالیف و اشاعت، سکرٹری صدر انجمن احمدیہ اور ناظر صاحب بیت المال نے اپنے اپنے محکمہ کی رپورٹیں سنائیں۔ اور رپورٹوں کے بعد جناب خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب رامپوری نے اپیل کی جو نظم اور نثر دونوں میں تھی۔ جناب خان صاحب کی نظم منشی سراج الدین صاحب تاجر چرم بریلی نے پڑھکر سنائی۔ اپیل پر چندہ ہوا۔ اسکے بعد پہلا اجلاس ختم ہوا۔

جناب سکرٹری صاحب صدر انجمن نے اپنے وقت میں سے کچھ منٹ مکرم مسٹر محمد احمد ساگر چند بیرسٹر کو بولنے کے لئے دیئے۔ نماز ظہر و عصر حضرت اقدس نے جمع کر کے پڑھائی۔ اور نماز کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ اسوقت بھی حضرت اقدس کی تقریر تھی۔ جب حضور سٹیج پر تشریف لے آئے۔ تو جناب حافظ روشن علی صاحب نے تلاوت کی۔ اور آپکے بعد ماسٹر نعمت اللہ صاحب گوہر نے حضرت اقدس کے خیر مقدم میں اپنی نظم پڑھی۔ پھر حکیم احمد حسین صاحب لائلپوری اور بابا فضل کریم صاحب نے حضرت خلیفہ ثانی کی ایک تازہ نظم پڑھی جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

ساغر حسن تو پُر ہے کوئی میخوار بھی ہو
ہے وہ بے پردہ کوئی طالب دیدار بھی ہو

اسکے بعد جناب مولانا محفوظ الحق صاحب علمی نے اپنی نظم [illegible] پڑھی۔ نظموں کے بعد بیعت ہوئی اور پھر حضرت اقدس کی تقریر ملائکہ پر اس شان سے ہوئی جو کہہ سکتے ہیں کہ بے نظیر تھی گو یہ سلسلہ تقریر پونے آٹھ بجے ختم ہوا۔ مگر چونکہ ابھی مضمون کا بہت سا حصہ باقی تھا اسلئے دوسرے دن تقریر کا اعلان ہوا۔

چنانچہ ۲۹ دسمبر کو دس بجکر ۲۰ منٹ پر کارروائی شروع ہوئی تلاوت حافظ روشن علی صاحب نے کی۔ مولانا عبدالماجد صاحب بھاگلپوری کی فارسی نظم جناب ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب [illegible] نے پڑھی۔ پھر مسٹر محمد شفیع نے اپنی نظم سنائی۔ اسکے بعد حضرت اقدس نے اپنی بقیہ تقریر گیارہ بجے شروع کی۔ جو ایک بجکر ۵۰ منٹ پر ختم ہوئی اسکے بعد دعا ہوئی۔ اور اعلان کیا گیا جو احباب آج جانیوالے ہیں وہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے مصافحہ کر لیں۔ چنانچہ احباب نے مصافحہ کیا۔ اور نماز ظہر و عصر حضور نے جمع کر کے پڑھائی۔ حضور کے تشریف لیجانے پر بقیہ جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مختلف نظمیں پڑھی گئیں۔ اور مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے اپنا مضمون مبائعین اور غیر مبائعین میں اختلافات کے متعلق نہایت خوبی سے سنایا۔ تقریر کے بعد جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

مہمانوں کی تعداد امسال گذشتہ کی نسبت بہت زیادہ تھی اگرچہ جلسہ گاہ میں گذشتہ سال کی نسبت ایک ہزار سے زیادہ آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ بڑھائی گئی تھی۔ لیکن وہ بھی ناکافی ثابت ہوئی اور باوجود گنجان بیٹھنے کے پھر بھی بہت سے لوگوں کو جگہ نہ مل سکی۔ مہمانوں کے شمار کرنے کا صیغہ امور عامہ نے ایک خاص انتظام کیا تھا اور اشتہار و زبانی اعلانات کے ذریعہ بتا دیا گیا تھا کہ نو بجے کے بعد مہمان اپنے اپنے کمروں میں جمع رہیں۔ اسوقت شمار کرنیوالے آئینگے۔ لیکن ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پورے طور پر مردم شماری نہیں ہو سکی۔ مہمانوں کا ایک خاص حصہ جو مختلف گھروں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ شمار نہ ہو سکا۔ مستورات کو بھی نہ گنا جا سکا۔ اور مہمان اپنی ضروریات کے باعث کمروں میں بھی شمار کے لئے نہ ٹھہر سکے۔ کیونکہ سارا دن جلسہ میں مصروف رہنے کی وجہ سے رات کا وقت ہی انہیں دوسری ضروریات کے لئے ملا۔ ان وجوہات کو مدنظر رکھ کر مہمانوں کی وہ تعداد جو معلوم ہو سکی پوری نہیں کہی جا سکتی۔ یہ تعداد سات ہزار کے قریب بتائی گئی ہے۔ مستورات کا جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہوتا رہا۔ جس میں بعض مردوں کی بھی تقریریں ہوئیں اور مستورات نے بھی کیں۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تقریر مستورات میں ہوئی اور مستورات نے ایک ہزار سے زیادہ چندہ جمع کیا۔

گذشتہ جلسوں میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی تقریر کا جو وقت ہوتا۔ اس کا بہت سا حصہ کھانوں کے اعلان میں صرف ہو جاتا اور اس کا اثر حضور کی تقریر پر پڑتا۔ اسلئے اسدفعہ جلسہ گاہ میں کھانوں کا اعلان نہیں کیا گیا۔ بلکہ دوسرے اوقات میں [illegible] ہوتے رہے۔

جلسہ کا انتظام خدا کے فضل و کرم سے بہت اچھا رہا۔ سوائے ان شکایات کے جن کا پیدا ہو جانا اتنے بڑے ہجوم میں ناگزیر ہے کوئی ایسی شکایت نہ پیدا ہوئی۔ جسے منتظمین کی کوتاہی کہا جا سکے۔ خدا تعالیٰ تمام کارکنان جلسہ کو جزائے خیر دے۔ اکثر مہمان ۳۰ دسمبر کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۳- جنوری سنہ ۱۹۲۱ء

کیا رسول کریمؐ نے بتوں کی تعریف کی

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ۸- دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء کے درس قرآن کریم میں اتفاق حسنہ سے سورہ حج رکوع سات کی یہ آیت تھی کہ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطٰن فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ اٰیٰتہ واللہ علیم حکیم ہ

اس کے متعلق تقریر کرتے ہوئے حضور نے اس اعتراض کا جواب دیا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا جاتا ہے کہ آپ نے کفار کے بتوں کی تعریف کی۔ اور ان کو مان لیا تھا۔ اور یہی اعتراض حال میں ایک آریہ پروفیسر نے اپنی تقریر میں دوہرایا ہے۔

چونکہ ان ایام میں اس اعتراض کا اخباروں وغیرہ میں خاص طور پر چرچا ہو رہا ہے۔ اور بعض ناواقف مسلمان اپنی تحریروں سے اس کو اور پیچیدہ بنا رہے اور اپنی جہالت سے اسکو پختہ کر رہے ہیں۔ اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اس کے متعلق جو تقریر فرمائی ہے وہ شایع کی جائے۔ جیسے اخبار مورخہ ۱۱- دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء میں ایک مضمون شایع ہوا ہے۔ اسمیں جہاں ان دیگر مسائل کو جن پر آریہ پروفیسر صاحب نے فضول اور لغو اعتراض کئے ہیں۔ لاینحل اور غیر تسلیم شدہ قرار دیا ہے۔ وہاں اس اعتراض کے متعلق بھی یہ مشورہ دیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں صدہا اختلافات ہیں۔ جن کا سلجھانا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اور جب ایسے خود مجھے اسلام ہی متفق نہیں تو پھر آریہ پروفیسر صاحب کے خلاف آواز اٹھانے کے کیا معنے؟

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمان کہلانیوالے اسلام کے متعلق کس قدر واقفیت اور غیرت رکھتے ہیں اور مخالفین کے نہایت ہی بیہودہ اعتراضات کو رد کرنے کی انہیں کہاں تک طاقت اور قوت ہے۔

ان حالات میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم درس قرآن کے اس حصہ کو جس میں اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ شایع کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے فرمایا:۔

ابھی دنوں آریہ سماج لاہور کے جلسہ پر ایک آریہ پروفیسر رام دیو صاحب نے اپنے لیکچر میں کہا ہے کہ اسلام اب تسلی دینے والا مذہب نہیں رہا۔ کیوں؟ اسلئے کہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی اسکے متعلق شبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

ان شبہات میں سے ایک مثال سید امیر علی صاحب کی کتاب Spirit of Islam کے حوالہ سے یہ دی ہے کہ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چند دنوں کے لئے مشرکوں کی خاطر ان کے بتوں کو مان لیا تھا۔ اس قسم کی مثالیں پیش کر کے آریہ پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ جب اسلام مسلمانوں کی بھی تسلی نہیں کر سکتا۔ اور ان کو شکوک پیدا ہو رہے ہیں۔ تو اوروں کی کیا کریگا۔

وہ واقعہ جس کی طرف پروفیسر صاحب نے سپرٹ آف اسلام کے حوالہ سے اشارہ کیا ہے۔ وہ اسی آیت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ اور اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین لکھتے ہیں کہ مشرکین خواہش رکھتے تھے۔ کہ ہمارے بتوں کی بھی قرآن میں تعریف آجائے۔ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی دلجوئی کے خیال سے یہ خواہش پیدا ہو گئی ایک دن جب آپ سورہ نجم پڑھتے ہوئے اس مقام پر پہونچے کہ افرایتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ تو شیطان نے آپکی زبان پر یہ الفاظ جاری کرا دیئے۔ تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ کہ یہ وہ نازک اندام اور عالی شان بت ہیں۔ جن سے شفاعت کی امید ہے۔

اس روایت میں یہ آتا ہے کہ شیطان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے تھے۔ لیکن امیر علی صاحب نے سید امیر علی صاحب کی طرف سے جو بیان درج کیا ہے وہ یہ ہے کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی خاطر یہ الفاظ خود بنا کر کہہ دیئے تھے۔

اب میں اس اعتراض کا جواب بیان کرتا ہوں:۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں شیطان کے متعلق بیان فرماتا ہے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان (۱۵-۳/۴) کہ تجھے میرے بندوں پر کوئی اختیار اور قبضہ حاصل نہیں۔ اب اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ شیطان نے رسول کریمؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کرا دیئے تھے۔ تو یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ آپکی زبان پر شیطان کو نعوذ باللہ قبضہ اور اختیار حاصل ہو گیا تھا اور زبان پر قبضہ حاصل ہو جانا سب سے بڑا قبضہ ہے جسے بڑے ظالم اور جابر بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ پس وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ شیطان نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے تھے وہ گویا یہ مانتے ہیں کہ شیطان نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا قبضہ حاصل کر لیا تھا کہ جو چاہا کہلوا لیا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان کو میرے بندوں پر کوئی قبضہ اور اختیار حاصل نہیں ہو سکتا۔

وہ لوگ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ کیا وہ اس کی تکذیب کرنیوالے نہیں ہیں۔

پھر ہم کہتے ہیں۔ اگر یہ درست ہے کہ رسول کریم کی زبان پر شیطان نے وہ الفاظ جاری کر دیئے تھے۔ تو پھر کس طرح معلوم ہو۔ کہ کوئی اور بات اس نے نہیں کہلوائی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی اور الفاظ بھی اس نے زبان پر جاری کئے ہوں۔ اور وہ قرآن میں درج ہوں:

اگر کہا جائے۔ کہ اسی آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے الفاظ قائم نہیں رکھے گئے۔ تو ہم کہیں گے۔ کیا پتہ ہے۔ کہ یہ آیت شیطان نے ہی نعوذ باللہ سکھائی ہو۔ تاکہ کوئی شک نہ کر سکے۔ کہ اس کی بیان کرائی ہوئی باتیں بھی درج ہیں۔

پس یہ ماننے سے کہ رسول کریم کی زبان پر شیطان نے الفاظ جاری کرا دیئے تھے۔ اسلام پر اتنا بڑا حملہ ہوتا ہے کہ اسلام جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔

وہ روایتیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان نے الفاظ جاری کرا دیئے تھے۔ ان میں سے سوائے ایک کے باقی ساری

کی ساری ایسی ہیں - جن کے راوی پورے نہیں یعنی ان کا سلسلہ پورے طور پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک نہیں پہنچتا - بلکہ بعض چھوٹے ہوئے ہیں -

اور جو ایک روایت پہنچتی ہے - وہ ابن عباس کی ہے - جن کی عمر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تیرہ سال کی تھی - اگر اس واقعہ کو اسوقت کا بھی مان لیا جائے - جب رسول کریمؐ نے مکہ سے ہجرت کی یعنی اسے مکہ کی ہجرت کرنے کے آخری ایام کا واقعہ قرار دیا جائے - تو اسوقت کی ابن عباس کی عمر تین سال کی بنتی ہے کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد دس سال زندہ رہے - اب کیا یہ تعجب اور حیرت کی بات نہیں ہے - کہ اس اتنے بڑے واقعہ کے متعلق اور بڑے بڑے تمام لوگ تو خاموش ہوں - اور کوئی اسے بیان نہ کرے لیکن ایک تین سالہ لڑکا بیان کرتا پھرے - اور اسی پر روایت کا سب دار و مدار ہو -

اول تو ایسی مجلس میں جسمیں کہا جاتا ہے کہ کفار اور مشرکین جمع تھے - اور رسول کریم کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے - اس عمر کے لڑکے کا جانا ہی لغو بات معلوم ہوتی ہے - لیکن اگر وہ مجلس میں موجود بھی ہوتا - تو وہ خود بخود قطعاً نہ سمجھ سکتا - کہ کیا ہوا ہے - چہ جائیکہ وہ دوسروں کے سامنے اس واقعہ کو بیان کرتا پھرتا -

پھر جبکہ یہ ایسی بات تھی جو ایک مجلس میں ہوئی - اور ایسی مجلس میں ہوئی - جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسمیں کافر اور مسلمان بھی موجود تھے - اور اسپر بڑا شور پڑ گیا تھا - تو کوئی اور اس واقعہ کو کیوں بیان نہ کرتا - اور کیوں صرف ابن عباس سے ہی یہ روایت بیان کی جاتی ہے - کیا اس مجلس کے سارے لوگ ابن عباس سے ہی ذکر اس واقعہ کو بیان کرتے تھے - اور کسی دوسرے سے ذکر نہ کرتے تھے - حالانکہ ان کی عمر زیادہ سے زیادہ تین سال کی بنتی ہے -

اس سے ظاہر ہے کہ اس روایت کے گھڑنیوالا اتنا بھی نہ جانتا تھا کہ ابن عباس کی عمر کتنی تھی - پھر تنقید کرنے کا ایک اور طریق بھی ہے - اور وہ یہ کہ زبان کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ کس زمانہ یا کن لوگوں میں مستعمل تھی - یورپین محققین نے اس طریق سے بہت فائدہ اٹھایا ہے - اور کئی باتیں دریافت کی ہیں -

اس روایت میں ارتجیٰ کا لفظ رکھا گیا ہے جو مختلف بابوں اور صیغوں میں استعمال ہوا ہے - مگر ارتجیٰ کا لفظ قرآن کریم میں کسی ایک جگہ بھی استعمال نہیں ہوا - اور حدیثوں کے متعلق بھی جہاں تک میری تحقیقات ہے یہ نہیں آیا - اب سوال ہوتا ہے - اگر یہ رسول کریم کی زبان سے ہی الفاظ نکلے ہیں - تو کیا اسی موقع پر آپ نے یہ لفظ استعمال کرنا تھا - آپکے باقی سارے کلام میں کہیں یہ کسی جگہ استعمال نہیں ہوا -

پھر اس روایت میں ایک لفظ ہے غرانیق - اور اسکے معنے ہیں - خوبصورت مرد یا عورت - اور یہ ایک اوباشانہ محاورہ ہے - رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کسی جگہ اس قسم کا کوئی محاورہ استعمال نہیں کیا گیا - اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ الفاظ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نہیں نکل سکتے -

اب میں اندرونی شہادت پیش کرتا ہوں - کہ وہی آیت جس کی طرف اس روایت کو منسوب کیا جاتا ہے - اس کو رد کرتی ہے -

جس موقع کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ الفاظ جاری ہوئے اسی جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے - ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن - کہ تمہارے پاس جو یہ بت ہیں - ان کے معبود ہونے کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے - تم نے انہیں خواہ مخواہ ہی معبود بنا لیا ہے - ان کے خلاف دلیلیں موجود ہیں - اب دیکھو جبکہ اسی موقعہ پر یہ کہا گیا کہ یہ بت بڑے عزت والے خوبصورت اور بڑے برگزیدہ ہیں - لیکن ساتھ ہی کہا جاتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں - ان کی سچائی کی تمہارے پاس کوئی دلیل ہی نہیں ہے - اور ان کے خلاف دلیلیں موجود ہیں - تو کیا اس قسم کا کلام ایک موقع پر ایک عقلمند انسان کر سکتا ہے یہ تو ایسی ہی بات ہے - جیسا کوئی کہے - فلاں شخص بڑا نیک - بڑا پارسا اور بڑا پرہیزگار ہے - مگر بڑا اچکا چور اور بدچلن ہے -

پس اگر رسول کریمؐ کے منہ سے ایسے الفاظ نکل گئے تھے جو بتوں کی تعریف و توصیف میں تھے - اور کفار کو خوش کرنے کے لئے تھے - تو پھر ساتھ ہی بتوں کی مذمت اور ان کی تردید کے کیا معنی؟ کیا تعریف کے ساتھ ہی مذمت کو سن کر وہ یہ نہ کہہ اٹھے - کہ یہ کیا ہو رہا ہے - اور رسول کریم پر بجائے خوش ہونے کے اور زیادہ ناراض نہ ہو گئے -

اگر کہا جائے کہ رسول کریم نے اپنی مرضی اور منشاء سے بتوں کی تعریف نہیں کی تھی - بلکہ شیطان نے آپ کی زبان پر الفاظ جاری کر دئے تھے - اور پھر آپ نے ان کے خلاف کہا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر شیطان نے ایسا کرایا تھا - تو چاہیئے تھا کہ کفار لوگ رسول کریمؐ پر اسوقت ہنسی کرتے - کہ یہ کیا کہہ رہا ہے - مگر کہا یہ جاتا ہے - کہ وہ اتنے خوش ہوئے کہ سجدہ میں گر گئے - اگر یہ کہا جائے - کہ دوسری آیات جن میں بتوں کی مذمت ہے بعد میں نازل ہوئی تھیں - پہلے جو کچھ سنایا گیا - اسپر سجدہ کر دیا گیا تھا - تو یہ بھی صحیح نہیں ہے - کیونکہ سجدہ سب آیات کے آخر میں آتا ہے - اور اسی موقع پر کیا گیا -

غرض یہ سب بیہودہ باتیں اور لغو روایات ہیں - جنہیں کچھ بھی حقیقت نہیں - اصل معنی اس آیت کے یہ ہیں - کہ خدا تعالیٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے - تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی ایسا آیا ہے - کہ جب اس نے کوئی خواہش کی - شیطان نے اس میں رکاوٹ نہ ڈالی - یعنی شیطان ہمیشہ سے انبیاء کے مقابلہ میں رکاوٹیں ڈالتا ہو مگر نتیجہ کیا ہوتا ہے کیا انکی رکاوٹیں انبیاء کو ناکام کر دیتی ہیں اور جس مقصد کو لیکر وہ آتے ہیں وہ پورا نہیں ہوتا - ہرگز نہیں - بلکہ یہ ہوتا ہے - کہ خدا ان رکاوٹوں کو ہٹا دیتا ہے اور اپنے نشانات کو انبیاء کے ذریعہ مضبوط کر دیتا ہے - ناکامی شیطان کو ہی ہوتی ہے - ہر نبی اور رسول کے زمانہ میں یہی ہوتا ہے کہ شیطان ان کی اس خواہش میں کہ لوگ راہ راست پر آ جائیں اور بدکاریوں کو چھوڑ کر خدا کے سچے پرستار بن جائیں - روکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیتا ہے - مگر خدا تعالیٰ اس کی روکاوٹوں کو مٹا دیتا ہے اور انبیاء کی خواہشوں کو پورا کر دیتا ہے -

یہ ہے اس آیت کا مطلب - افسوس بعض مسلمانوں نے بالکل غلط اور نادرست روایات کو صحیح قرار دیکر اس آیت کی طرف منسوب کر دیا ہے اور اسبات کا ذرا بھی خیال نہیں کیا - کہ اسلام پر اس طرح کس قدر زد پڑتی ہے - لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے وہ روایات جن پر سارے قصہ کی بنا رکھی ہے - بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کی شہادتوں سے بالکل غلط اور بناوٹی ثابت ہیں *

۷۸۶

عصمتِ انبیاء

(نمبر ۱)

اس مسئلہ پر جناب میر محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل نے ۲۶ر نومبر ۱۹۲۰ء بعد از نماز فجر مسجد مبارک میں جو لیکچر دیا۔ اس کی تلخیص احباب کرام کے استفادہ کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے۔ (ایڈیٹر)

۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ارشاد کے ماتحت مبلغین کی ایک جماعت مقرر ہوئی تھی۔ جس کو علاوہ کتابوں کے ایک طریق تبلیغ سکھلانے کا یہ بھی تھا۔ کہ ہفتہ میں ایک بار کسی مضمون پر مسجد میں لیکچر ہوتا تھا۔ یہ سلسلہ قریباً ایک سال تک جاری رہا۔ اور اس طرح بڑے بڑے مسائل پر لیکچر ہوئے۔ اور ہر شخص کو لیکچر دینے کی مشق کرنے کا موقع ملتا۔ ایک سال کے بعد چونکہ اس جماعت کے طلباء میں سے اکثر کو کام پر لگا دیا گیا۔ اور نئی جماعت ترتیب دی گئی۔ اسلئے لیکچروں کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اب پھر تحریک ہوئی ہے۔ اور اس سلسلہ کو جاری کیا جاتا ہے۔

اس کی ابتداء میں نے خود کی ہے۔ اور عصمت انبیاء کا مسئلہ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معرکۃ الآراء مضامین لکھے۔ آج اس پر میں بولوں گا۔

معترضین عصمت انبیاء کی بحث کے مدمقابل زیادہ تر عیسائی ہیں۔ گو آریہ بھی اعتراض کرتے ہیں مگر ان کو کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن موجودہ عیسائیت کا بہت بڑا دار ومدار اسی پر ہے۔ عیسائی کہتے ہیں۔ عصمت خدا کا خاصہ ہے۔ اس کے سوا کسی میں نہیں پائی جا سکتی مگر مسلمان مانتے ہیں۔ کہ انبیاء پاک اور معصوم ہوتے ہیں اور ان میں عصمت پائی جاتی ہے۔

اب عیسائیوں کے لئے آسان بات ہے۔ کہ اگر وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کسی نبی کا کوئی ایسا فعل پیش کر دیں جو عصمت کے منافی ہو۔ تو مسلمانوں کا دعویٰ ٹوٹ گیا۔ اس کے بالمقابل وہ کہتے ہیں۔ دیکھو مسیح کا کوئی گناہ قرآن اور حدیث میں مذکور نہیں۔ اسلئے وہ معصوم ہیں۔ اور چونکہ معصوم صرف خدا ہی ہو سکتا ہے۔ اسلئے مسیح خدا ہے۔

حضرت مسیح کی خدائی کا استدلال اور اس کا جواب یہ استدلال ہے اس مسئلہ سے عیسائی صاحبان کا حضرت مسیح کی خدائی کے متعلق۔ گویا مسیح کی خدائی ثابت کرنے کے لئے باقی سب انبیاء کو گنہگار سمجھا جاتا ہے۔

اس کا ایک جواب تو اس طرح دینا چاہیئے کہ اگر کسی نبی کے متعلق کوئی اس قسم کا واقعہ پیش کرنے سے جو عصمت کے خلاف ہو۔ تمام انبیاء غیر معصوم ہو جاتے ہیں۔ اور عصمت انبیاء کا خاصہ نہیں رہتا۔ تو پھر اگر کسی ایسے شخص کے متعلق جس کو عیسائی صاحبان خدا نہیں قرار دیتے انہی کی "کتاب مقدس" سے یہ ثابت کر دیا جائے۔ کہ وہ معصوم ہے۔ تو یہ خدا کا بھی خاصہ نہ رہا۔ اور مسیح اس وجہ سے خدا نہ ہوا۔

اس کے لئے لوقا باب پہلا پیش کرنا چاہیئے جس میں زکریا کاہن اور اس کی بیوی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ دونو خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانون پر بے عیب چلنے والے تھے۔[1]

خدا کے سارے حکموں اور قانون پر بے عیب چلنے سے بڑھکر معصومیت کیا ہو سکتی ہے۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ دونو میاں بیوی بے گناہ اور معصوم تھے۔ مگر وہ خدا نہ تھے۔ اور چونکہ ان کو عیسائی خدا نہیں مانتے۔ اسلئے یہ استدلال ٹوٹ گیا کہ مسیح چونکہ بے گناہ اور معصوم ہے۔ اسلئے خدا ہے۔

یہ ایک ایسا زبردست حوالہ ہے کہ میں اسے متواتر آٹھ دن پادری جوالا سنگھ کے سامنے گوجرانوالہ میں پیش کرتا رہا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

قرآن سے انبیاء کے معصوم ہونے کا ثبوت دوسری بات عیسائی یہ کہتے ہیں کہ تم جو انبیاء کو معصوم قرار دیتے ہو قرآن سے تو بتاؤ کہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ جب تک قرآن سے ایسا دعویٰ ثابت نہ ہو۔ اسوقت تک تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔ کہ نبیوں کو معصوم ثابت کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

قرآن کریم میں چونکہ انبیاء کے متعلق معصوم کا لفظ نہیں آیا۔ اسلئے مسلمانوں کو اس سوال کا جواب دینے میں مشکل پیش آئی ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ وہ اس کا کوئی زبردست جواب نہیں دے سکے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم سے ایک ایسی آیت پیش کی ہے۔ جس سے سب انبیاء کا معصوم ہونا ثابت ہے۔ اور اس بات کی نص صریح ہے سورہ انبیاء میں آتا ہے۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون۔ رسول کریم کو مخاطب کر کے خدا فرماتا ہے۔ کہ تجھ سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر ہم نے اس کی طرف وحی کی۔ کہ سوائے میرے کوئی معبود نہیں۔ تم میری ہی عبادت کرو۔

یعنی جتنے رسول بھیجے۔ سب کو یہی کہا گیا کہ میری عبادت کرو۔ آگے فرماتا ہے۔ وقالوا اتخذ الرحمٰن ولداً سبحانہ بل عباد مکرمون۔ کہتے ہیں رحمٰن نے بیٹا بنا لیا۔ خدا اس بات سے پاک ہے۔ اور انبیاء اس کے بیٹے نہیں بلکہ مکرم بندے ہیں۔

آگے فرماتا ہے۔ لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون یہ انبیاء کے معصوم ہونے کی جامع مانع تعریف ہے۔

تمام گناہ تین اقسام کے ہی ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اعتقاد کے متعلق ہیں۔ دوسرے وہ جو اقوال کے متعلق ہیں۔ اور تیسرے وہ جو اعمال کے متعلق ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یہاں انبیاء کے متعلق ان تینوں اقسام کے گناہوں کی نفی کی ہے۔ فرماتا ہے۔ وہ نبی ایسے تھے۔ کہ اللہ کے قول کے خلاف کچھ کہتے ہی نہیں تھے۔ اس سے اقوال کے متعلق گناہوں کی نفی کر دی کہ وہ کوئی ایسی بات نہ کرتے تھے جو خدا کو ناپسند ہو۔ اور خدا کے کسی حکم کے خلاف ہو۔ بلکہ جو بات بھی وہ کہتے تھے۔ خدا کے حکم کے ماتحت کہتے تھے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ۔ ہم ان کے سب کاموں کو جانتے ہیں۔ وہ عمل سے بھی کوئی برائی نہ کرتے تھے۔ اور خود کرنا تو الگ رہا۔ کبھی ایسے شخص کی سفارش بھی نہ کرتے تھے۔ جس پر ہم راضی نہ ہوتے۔ یعنی جو نیک نہ ہوتا۔

تیسری بات یہ فرمائی ہے۔ کہ وھم من خشیتہ مشفقون ان کے دل میں بھی سوائے خدا کے ڈر کے اور کچھ نہ ہوتا۔ وہ دل میں بھی خدا کا خوف رکھتے تھے۔

اب دیکھو خدا تعالیٰ نے انبیاء کی زبان۔ عمل اور دل کی حالت بیان کر دی۔ اور یہی وہ چیزیں ہیں۔ جن سے گناہ کا

[1] لوقا باب ۱ آیت ۶

تعلق ہے۔ ان تینوں کے متعلق نفی کر دی گئی۔

آگے فرماتا ہے۔ ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذٰلک نجزیہ جھنم۔ انبیاء ہر قسم کے گناہوں سے تو پاک اور معصوم تھے۔ لیکن ان کے معصوم ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ وہ خدا تھے۔ بلکہ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے۔ کہ میں اللہ ہوں۔ تو وہ جہنم میں ڈالا جائیگا۔ کیونکہ معصوم ہونا خدا ہونے کی دلیل نہیں۔ بندوں کو معصوم خدا ہی قرار دیتا ہے۔

یہ تو سب انبیاء کے معصوم ہونے کا اصولی ثبوت ہے۔ اب میں خاص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک آیت پیش کرتا ہوں۔

رسول کریمؐ کے معصوم ہونے کا قرآن سے ثبوت

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذاباً مھیناً۔ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتاناً واثماً مبیناً (۳۳-۵۷-۵۸) وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ اور رسول کو اللہ کی لعنت ہوگی ان پر دنیا اور آخرت میں۔ اور ان کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ ذلیل کرنے والا عذاب۔ اور وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں۔ مومن مرد اور عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے اکتساب کیا۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ اللہ اور رسول کی ایذا ہر دفعہ بغیر اکتساب ہی کے ہوگی۔ مگر مومنوں کی یہ حالت ہو سکتی ہے۔ کہ انہوں نے اکتساب کیا ہو۔ یعنی خدا اور رسول کے متعلق ہر ایک الزام جو لگایا جائے۔ وہ ایسا ہی ہوگا۔ جو درست نہ ہوگا۔ مگر مومنوں کے متعلق ہو سکتا ہے کہ کبھی درست ہو۔ اور کبھی نہ ہو۔

اس سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات ایسی سرزد نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ جس پر اعتراض پڑ سکے باقی رسول کریم سے نیچے جسقدر مومن ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سے ممکن ہے کہ گناہ سرزد ہو جائے

اس آیت میں خدا اور نبی کو علیحدہ رکھا گیا ہے اور باقی مومنوں کو علیحدہ۔ اور یہ نص ہے رسول کریمؐ کے پاک اور معصوم ہونے کی۔

اب میں ان اعتراضوں کا جواب دیتا ہوں۔ جو عصمت انبیاء کے متعلق کئے جاتے ہیں۔

حضرت آدمؑ

سب سے زیادہ اعتراضوں کا مرجع حضرت آدم ہیں۔ ان کے متعلق ایک جواب تو لوگ یہ دیتے ہیں کہ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آدم نبی تھے اور فی الواقعہ قرآن میں یہ ذکر نہیں ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں جب قرآن ان کو نبی قرار نہیں دیتا۔ تو ان پر اعتراض کرنے سے عصمت انبیاء پر کوئی حرف نہیں آتا۔

مگر ہم یہ جواب نہیں دے سکتے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت آدم کو نبی تسلیم کیا ہے اور نبی مان کر ان کے اعتراضوں کا defence (ڈیفنس) کیا ہے

نبوت سے پہلے کی زندگی کیسی ہونی چاہیئے

حضرت آدم کے متعلق اعتراض کا ایک جواب بیضاوی نے دیا ہے۔ جو یہ ہے کہ یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ نبوت حاصل ہونے کے بعد حضرت آدمؑ نے کوئی ایسا فعل کیا۔ اگر انہوں نے کچھ کیا ہے۔ تو نبوت پر فائز ہونے سے پہلے کیا ہوگا۔

مگر میرے نزدیک یہ جواب بہت کمزور ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی صداقت کے ثبوت میں مخالفین کے سامنے اپنی پہلی زندگی کو ہی بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ آتا ہے۔ فقد لبثت فیکم عمراً افلا تعقلون۔

پھر پہلی زندگی کا پاک ہونا ثبوت ہوتا ہے نبوت کی زندگی کے معصوم ہونے کا۔ کیونکہ پہلی زندگی کو مخالفین بھی معصوم مانتے ہیں۔ البتہ دوسری زندگی پر اعتراض کرتے ہیں۔ اب اگر پہلی زندگی بھی معصوم نہ ہو تو پھر دوسری زندگی پر جو اعتراض کریں۔ ان کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔

حضرت آدم کی نسبت اعتراضات کا جواب

حضرت آدمؑ پر جس قدر اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ان سب کا قرآن کریم کی ایک ہی آیت فیصلہ کر دیتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ولقد عھدنا الیٰ اٰدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزماً (۲۰-۱۱۴)

ہم نے آدم سے قبل ازیں عہد لیا تھا۔ مگر وہ اسے بھول گیا۔ اور ہم نے اس پر اس کا پختہ ارادہ نہ پایا۔

خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کے فعل کو بھولنا قرار دیا ہے۔ اور بھولنا یہ ہوتا ہے۔ کہ پہلے کوئی بات یاد ہو۔ مگر پھر یاد نہ رہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ کونسی باتیں ہیں۔ جو خدا نے ان سے کہیں۔ اور جن کو وہ بھولے۔

قرآن کریم سے ایسی دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ آتا ہے ویاٰدم اسکن انت وزوجک الجنۃ فکلا من حیث شئتما ولا تقربا ھٰذہ الشجرۃ فتکونا من الظٰلمین فوسوس لھما الشیطٰن لیبدی لھما ما وری عنھما من سواٰتھما وقال ما نھٰکما ربکما عن ھٰذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخٰلدین۔ وقاسمھما انی لکما لمن النٰصحین۔ فدلّٰھما بغرور فلما ذاقا الشجرۃ بدت لھما سواٰتھما وطفقا یخصفٰن علیھما من ورق الجنۃ ونادٰھما ربھما الم انھکما عن تلکما الشجرۃ واقل لکما ان الشیطٰن لکما عدو مبین (۷-۱۸ تا ۲۱)

ان آیات سے پتہ لگتا ہے کہ انہیں دو باتیں کہی گئی تھیں (۱) یہ کہ فلاں درخت کے نزدیک نہ جانا یعنے اس کو نہ کھانا (۲) یہ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔

اب دیکھو حضرت آدم کونسی بات بھولے۔ یہ نہیں کہ درخت نہ کھانے کا جو حکم تھا۔ وہ بھول گئے۔ وہ اس بات کو نہ بھول سکتے تھے۔ اور شیطان بھی جانتا تھا۔ کہ اس کا بھلانا میرے لئے ممکن نہیں۔ اور وہ اسے نہیں بھول سکتے۔ چنانچہ درخت کھلاتے وقت اس نے خود اس کا نہ کھانا یاد دلایا ہے۔ کہ اس کے کھانے سے منع تو کیا گیا ہے۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ اور ہمیشہ کی زندگی نہ حاصل کر لو۔

پس یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ درخت کے متعلق حضرت آدم کو جو حکم دیا گیا تھا۔ وہ انہیں بھول گیا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اسکو وہ بھول گئے۔ کیوں؟ اسلئے کہ وقاسمھما انی لکما لمن النٰصحین شیطان نے قسمیں کھا کے انہیں کہا کہ میں تمہارا دوست اور ناصح ہوں۔ فدلّٰھما بغرور۔ اس وجہ سے وہ غرور یعنی دھوکہ کھا گئے۔ اور اس بات کو بھول گئے۔ کہ شیطان ہمارا دشمن ہے۔ عقل بھی یہی کہتی ہے۔ کہ حضرت آدم اسی بات کو بھولے

ہیں ۔ کیونکہ یہ خبر تھی ۔ اور خبر بدل سکتی ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ ایک وقت کوئی دشمن ہو ۔ اور دوسرے وقت وہ دوست ہو جائے لیکن دوسرا حکم نہی تھا ۔ اور نہی جب تک خدا منسوخ نہ کرے ۔ نہیں مٹ سکتی ۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت آدم کیوں بھولے ۔ اس کے لئے یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ نیک اور متقی انسان کی دو خواہشیں ہوتی ہیں ۔ ایک یہ کہ وہ نیک اعمال کرتا ہے ۔ اور دوسری یہ کہ بدیوں سے بچے ۔ یہی خواہشیں حضرت آدم کی تھیں ۔ اور یہ گناہ نہیں ۔

اب دیکھو ۔ شیطان کس طرح دھوکہ دیتا ہے ۔ کہتا ہے ما نہکما ربکما من ھذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخٰلدین ۔ کہ خدا نے تمہیں اس درخت کی کسی برائی کی وجہ سے کھانے سے نہیں روکا (چنانچہ قرآن کریم میں کہیں اس درخت کی برائی کا ذکر نہیں ۔ جس سے حضرت آدم کو روکا گیا تھا) بلکہ اور ہی وجہ سے روکا گیا ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ ۔ یعنی تم میں کوئی نقص نہ رہے اور پھر یہ کہ ہمیشہ رہو ۔ تمہاری نیکیاں ہمیشہ جاری رہیں ۔

اب دیکھو حضرت آدم ع کی نیت کیا تھی ۔ اور شیطان نے انہیں کیا بتایا ۔ اس کے مطابق درخت کا کھانا گو بظاہر عدم عصمت ہے ۔ لیکن دراصل عصمت ہے ۔ کیونکہ اسلئے اس کا استعمال کرتے ہیں ۔ کہ ان سے کبھی کوئی بدی سرزد نہ ہو اور نیکی ہمیشہ کرتے رہیں ۔ پس یہ فعل جو اسلئے کیا گیا کہ گناہ نہ سرزد ہو ۔ اور نیکی ہوتی رہے ۔ اس کو گناہ کیونکر کہا جا سکتا ہے ۔ حضرت آدم نے اس لئے اور اس نیت سے یہ فعل کیا کہ گناہوں سے بچیں ۔ آگے شیطان کی شرارت تھی ۔ کہ اس نے دھوکہ دیا ۔ ان کی نیت اور ارادہ میں کوئی برائی نہ تھی ۔

پس کھانیوالے کی نیت گناہ سے باز رہنے کی تھی ۔ نہ کہ گناہ کرنے کی ۔ یہ الگ بات ہے کہ درحقیقت وہ ایسی نہ تھی ۔ اسی ۔ لئے ان کو تکلیف اٹھانی پڑی ۔ مگر اس وجہ سے ان کو کسی گناہ کا ارتکاب کرنیوالا قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ ان پر اعتراض کرنیوالوں کو ان کی نیت دیکھنا چاہیئے ۔ کہ وہ اسلئے درخت کھاتے ہیں گناہ سے بچوں ۔ پس گو یہ غلطی تو ہے لیکن گناہ نہیں کہلا سکتا ۔

کیا حضرت آدم ع نے شرک کیا ۔

دوسرا گناہ حضرت آدم کی طرف یہ منسوب کیا جاتا ہے کہ ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا فلما تغشٰھا حملت حملا خفیفا فمرت بہ فلما اثقلت دعوا اللہ ربھما لئن اٰتیتنا صالحا لنکونن من الشٰکرین ۔ فلما اٰتٰھما صالحا جعلا لہ شرکاء فیما اٰتٰھما فتعلی اللہ عما یشرکون ۔ (۷ - ۱۸۹)

اس آیت کے متعلق عیسائیوں کو ہی ٹھوکر نہیں لگی ۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی لگی ہے ۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ یہ حضرت آدم کا واقعہ ہے ۔ انہوں نے اپنے بچے کا نام عبد الحارث رکھ دیا تھا ۔ اور حارث شیطان کی کنیت ہے ۔

حضرت مسیح موعود ع نے اسکے کئی ایک لطیف جواب دیے ہیں ۔

ایک یہ ہے : کہ اگر اس واقعہ کو حضرت آدم پر چسپان کیا جائے ۔ تو ان کے دو گناہ بنیں ۔ ایک درخت کھا لینا باوجود ممانعت کے ۔ اور دوسرے شرک کرنا ۔ مگر قرآن کریم میں درخت کے واقعہ کا تو بار بار ذکر آتا ہے عبرت دلانے کے لئے ۔ حالانکہ معمولی غلطی تھی ۔ جسے خود خدا تعالیٰ نے بھول قرار دیا ہے ۔ لیکن اگر انہوں نے شرک کیا ہوتا ۔ تو اس کا بھی ضرور ذکر آتا مگر اس کا کہیں ذکر نہیں ۔ حالانکہ عبرت کے لئے اس کا یاد دلانا زیادہ ضروری تھا ۔

(۲) یہ کہ حضرت آدم درخت کھانے کے بعد تو خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں ۔ کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ۔ معاف کیا جائے مگر شرک جیسا گناہ کرنے کے بعد نہیں کرتے ۔ پس حضرت آدم کا اس گناہ کا اعتراف نہ کرنا اور اس کے متعلق دعا نہ کرنا بھی بتاتا ہے ۔ کہ انہوں نے یہ فعل نہیں کیا ۔

(۳) یہ کہ اس سورہ میں اول حضرت آدم کا ذکر کیا ہے اور پھر دوسرے انبیاء کا ۔ اور آخر میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ۔ اور اسی آخری ذکر میں یہ واقعہ بھی بیان ہوا ہے ۔ لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ گناہ تو حضرت آدم کا ہو اور بیان رسول کریم کے ذکر میں کیا جائے ۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے لوگوں کا ذکر ہو جنہوں نے رسول کریم کے وقت شرک کیا ۔

(۴) اس واقعہ کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔ فتعلی اللہ عما یشرکون ۔ کہ جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں ۔ ان سے اللہ بہت بلند ہے ۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ شرک کرنیوالے عرب ہی کے لوگ تھے ۔ کیونکہ انہی کے بتوں سے اللہ کی بلندی ظاہر کی ہے ۔ نہ کہ یہ کہا ہے ۔ کہ آدم اور حوا نے جس کو شریک بنایا تھا ۔ اس سے اللہ بلند ہے ۔

دراصل اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے ۔ جو رسول کریم کے وقت میں فرداً فرداً خیال رکھتے تھے ۔ کہ بت بچے دیتے ہیں ۔

(۵) اگلی آیت نے بالکل ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ ان کو کہہ کہ بلاؤ ان کو جنہیں تم شریک بناتے ہو میرے مقابلہ میں ۔ اگر یہ حضرت آدم کا ذکر ہوتا تو یوں کہا جاتا ۔ کہ جن کو آدم نے شریک بنایا تھا ۔ ان کو مقابلہ میں بلاؤ ۔ مگر یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا ہے کہ جن کو تم شریک بناتے ہو ۔ انہیں بلاؤ ۔

اس سے بھی ظاہر ہے ۔ کہ یہاں وہی لوگ مراد ہیں ۔ جو رسول کریم کے وقت کے میاں بیوی تھے ۔ اور جو بتوں کو خدا کا شریک بناتے تھے ۔

اب ایک بات باقی رہ جاتی ہے ۔ اور وہ ایسی ہے ۔ جسپر بڑا زور دیا جاتا ہے ۔ کہتے ہیں یہاں وجعل منھا زوجھا آیا ہے ۔ اور مرد سے کوئی عورت سوائے حوا کے پیدا نہیں ہوئی ۔ اسلئے معلوم ہوا ۔ یہ حضرت آدم اور انکی بیوی کا ہی واقعہ ہے ۔

اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ قرآن میں آتا ہے ۔ خلق لکم من انفسکم ازواجا ۔ عورتوں کو تمہارے نفس سے پیدا کیا گیا ہے ۔ جو مطلب اس آیت کا لیا جاتا ہے ۔ وہی یہاں لیا جا سکتا ہے ۔ کہ جنس مراد ہے ۔ یعنی مرد اور عورت ایک ہی جنس سے پیدا کئے گئے ہیں ۔ پس وجعل منھا زوجھا حضرت آدم اور حوا کے لئے نہیں ہے ۔ بلکہ ہر ایک مرد اور عورت کے لئے ہے ۔ اور اس طرح یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے ۔

(ایڈیٹر) عام مسلمانوں نے عصمت انبیاء کے متعلق جو اعتراض کئے جاتے ہیں ۔ ان کے جواب تو کیا دینے ہیں وہ خود ایسے لغو اور بیہودہ قصے انبیاء کی نسبت بیان کرتے ہیں ۔ جو نہایت ہی گندے اور ناپاک ہیں ۔

اس زمانہ میں جس انسان نے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے اور معترضین کو دم بخود اور ساکت کر دیا ہے وہ حضرت مسیح موعود ہیں ۔ اور اب آپ کے فیض سے آپکی جماعت یہ کام کر رہی ہے ۔

ہندوستان کی خبریں

توہین مریٹ کے ملزموں پر فرد جرم - دہلی کے مقدمہ میں زیر دفعہ ۱۲۴ اور ۲۹۷ تعزیرات ہند چاروں ملزموں پر فرد جرم لگا دیا گیا۔ ملزمان نے مجرم ہونے سے انکار کیا۔ اور گواہان استغاثہ پر جرح کرنے اور صفائی کے گواہ پیش کرنے کی اجازت چاہی جو دیدی گئی۔

سابق پریذیڈنٹ فرانس ہندوستان میں ایم کلیمنشو دہلی پہنچ گئے ہیں۔ اور وائسرائے بہادر کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے ہیں۔

ایک جرمن جہاز کی آمد حال میں ایک جرمن جہاز کراچی پہنچا ہے۔ جب سے جنگ شروع ہوئی یہ پہلا جرمن جہاز ہے جو ہندوستان میں جرمن مال لیکر آیا۔

وکلاء کی کانفرنس اس سال آل انڈیا لا کانفرنس کے نام سے وکیلوں کی بھی ایک میٹنگ ناگپور میں ہوئی۔ جس کے صدر سر آشو توش چودھری تھے قریباً ۲۰۰ نمائندے شامل تھے۔

آل انڈیا گاؤ کانفرنس بھی ناگپور میں ہوئی جس کے صدر لالہ لاجپت رائے تھے جنہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ تسلی بخش صورت میں تب تک حل نہیں ہو سکتا۔ جب تک سوراج حاصل نہ ہو۔

ایک عجیب و غریب واقعہ وکیل کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ ۲۳ر دسمبر الہ آباد میں آسمان پر جنوب کی جانب عجیب و غریب قدرت کا تماشہ دکھائی دیا۔ کہ ایک بڑا بجلی کا بنا ہوا لمبا اژدہا جاتا ہوا دکھائی دیا۔ جس کی نشست میں صاف بجلی پڑھا جاتا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ ستارہ ٹوٹا۔ کوئی کہتا ہے۔ قہر خدا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ آثار قیامت ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ ہوا میں غائب ہو گیا۔

کانگریس کے بنگالی کیمپ میں لاٹھیاں چل گئیں مینجنگ کمیٹی کے ڈیلیگیٹوں کے انتخاب کے وقت بنگال کیمپ میں لاٹھیاں چل گئیں چار سو کے قریب آدمی بنگال سے آئے تھے جنہیں وہ بروڈیلیگیشن کے ٹکٹ نہ مل سکے۔ ان کی طرف سے ایک نے تحریک کی۔ کہ جلسہ آج کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔ اور اس عرصہ میں ٹکٹ حاصل کر لئے جائیں۔ لیکن اس پر فساد ہو گیا اور مشکل سے امن قائم کیا جا سکا۔ دس آدمی زخمی ہوئے۔

رولٹ ایکٹ کی تنسیخ اخبار ڈیلی میل لنڈن کا بیان ہے کہ ڈیوک آف کناٹ ہندوستان کی سیاحت کے دوران میں قانون مذکور کی تنسیخ کا اعلان کریں گے۔

عدم تعاون کی تجویز پاس کر دیگئی کانگریس نے اپنے اجلاس میں کثرت رائے سے اس تجویز کو پاس کر دیا ہے۔

خلافت کانفرنس (ناگپور۔ ۲۹ر دسمبر) خلافت کانفرنس کا اجلاس مولوی ابو الکلام کے زیر صدارت ہوا۔ صدر مجلس نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مسئلہ خلافت نے اب عالمگیر نوعیت اختیار کر لی ہے۔ اس کا حل اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب مدعیان خلافت ہندوستان کی آزادی کے لئے کوشش کریں اور کہا کہ ترک موالات قرآنی آیات پر مبنی ہے۔ دوران اجلاس میں اعلان کیا گیا کہ سیٹھ جمن لعل نے خلافت فنڈ میں دس ہزار اور مسلم نیشنل یونیورسٹی کے لئے ۱۱ ہزار روپیہ دیا ہے۔ مولانا شوکت علی نے امیر امان اللہ خان کا پیغام سنایا جس میں شیخ الہند محمود الحسن مرحوم کی وفات پر اظہار تعزیت کیا گیا تھا۔

مستورات کی کانفرنس (مدراس۔ ۲۹۔ دسمبر) سینٹ ہال میں زیر صدارت مسز سروجنی نائیڈو مستورات کی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کئی ریزولیوشن پاس ہوئے مثلاً لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی لازمی تعلیم دی جائے مستورات کے لئے زیادہ شفا خانے اور زیادہ میڈیکل کالج کھولے جائیں۔ حق انتخاب کی قیود کو ہٹایا جائے۔ بچوں کی بہبودی کے وسائل کو تمام حصص میں نشوونما دی جائے۔

ایجوکیشنل کانفرنس اور عدم تعاون امراؤتی میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں سرگرم مباحثے کے بعد [illegible] خلافت [illegible] تعلیمی معاملات [illegible] [illegible] اور اس تحریک کو نقصان دہ قرار دیا گیا۔

ممالک غیر کی خبریں

قسطنطین یونان میں قسطنطین سابق شاہ یونان یونان میں پہنچ گئے ہیں۔

ایک سخت زلزلہ جنوبی امریکہ کے مقام مینڈوزہ میں نہایت سخت زلزلہ آیا۔ جس سے کئی مواضع تباہ ہو گئے اور تقریباً چار سو آدمی ہلاک ہوئے۔

یونانی ایشیائے کوچک چھوڑ رہے ہیں قسطنطنیہ کی خبر ہے کہ درہ دانیال کے ایشیائی ساحل اور سمرنا کے گرد یونانیوں کے جس قدر علاقوں پر قبضہ کیا تھا۔ وہ انہیں چھوڑتے جاتے ہیں۔

چین میں زلزلہ سنگھائی کا تار ہے۔ کہ صوبہ کنسو کے قحط زدہ ضلع میں ۱۰۔ دسمبر کو بھونچال آیا جس سے دو ہزار آدمی مر گئے۔ اور کئی شہر تباہ ہو گئے۔

چین میں ہولناک قحط چین کے قحط زدہ علاقوں سے بیشمار لوگ شمالی اضلاع میں جا رہے ہیں سڑکوں کے کنارے ہزاروں لاشیں پائی جاتی ہیں۔ بہت سے خاندانوں نے خودکشیاں کر لیں۔ دو آدمیوں کے ایک خاندان نے اپنا سب کچھ بیچ ڈالا۔ اور آخر وقت رضائیاں بیچ کر ان کے داموں سے زہر خرید کر اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

ہندوستان میں ڈنمارک کے شاہ و ملکہ کی تشریف آوری لنڈن ۲۴ر دسمبر۔ اخبار "کیمبرین ہال" کا بیان ہے کہ ڈنمارک کے بادشاہ و ملکہ آئندہ موسم بہار میں ہندوستان آنے کے خواہشمند ہیں۔

ڈیوک آف کناٹ بندر سعید میں بندرگاہ سعید۔ ڈیوک آف کناٹ آج اسجگہ آئے ہیں۔ لارڈ ایلنبی جنرل کمانڈر سر والٹر کنگ یوسف پاشا اور کئی دیگر افسروں نے ان کا خیر مقدم کیا۔

کمال پاشا اور برطانیہ پارلیمنٹ میں مسٹر لاڈ جارج نے مسٹر ہوج کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ جہانتک میں جانتا ہوں انگریزوں یا ان کے دیگر اتحادیوں اور کمال پاشا کے درمیان کوئی گفت و شنید نہیں ہوئی اور نہ ان کے ساتھ گفتگو شروع [illegible]

[illegible] شیخ عبد الرحمن [illegible] قادیان [illegible] طبع ہوا۔